

امام ترمذیؒ اصحاب جامع صحیح

خصوصیات و حقائق کی ایک جھلک

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

نام و نسب | محمد نام اور ابو عیسیٰ کنیت ہے، قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا پورا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے :- محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن سخاک سلی ترمذی بوغی، (لیکن سمعانی نے ان کے نسب نامہ میں بوغی کے بجائے شہر ادا لکھا ہے۔)

”بوغی“ قریہ بوغ کی جانب منسوب ہے، اور بعض روایتوں کے مطابق امام ترمذیؒ اسی میں آسودہ خواب ہیں، یہ ترمذ سے چھ فرسخ کی مسافت پر واقع ہے۔

پیدائش و وفات | امام موصوف سنہ ۲۰۹ھ میں مقام ترمذ ہی میں پیدا ہوئے، یہ ترمذ ایک قدیم شہر ہے جو دریائے جیون کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کا لفظ ترمذ، ترمذ اور ترمذ تینوں طریقوں سے ہے، لیکن اہل درس کے یہاں ترمذ (بالکسر) ہی مشہور ہے۔

آپ کا انتقال مشہور روایت کے مطابق سنہ ۲۷۹ھ میں یہیں ہوا۔ آپ نے ستر سال کی عمر پائی تھی۔ (اتحاف ۳۸)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں علم حدیث شہرت کے درجے کو پہنچ چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے تو مرکز حیثیت رکھتے تھے، اور امام بخاریؒ جیسے بلیغ القدر

لے کتاب الانساب، ۱، معجم البلدان ۲ ص ۳۸۵، ۳، مرقاة ۲۱۱

محدث کی مسند علم پچھ چکی تھی۔

امام موصوف نے جو نہی شعور کی آنکھیں کھولیں، انھیں علم حدیث کی تحصیل کا شوق دانگیر ہو گیا، چنانچہ انھوں نے اس کے حصول کے لئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:-

طان البلاد وسمع خلقا من الخراسانيين والعراقیین والحجازیین؛

شیرخ | امام ترمذیؒ نے اپنے زمانے کے ہر خرم حدیث سے استفادہ کیا اس لئے ان کے شیوخ کا استقفا، دشوار ہے، علامہ ذہبیؒ نے بخاری، مسلم، علی بن حجر مروز، ہناد بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشر، دیگر کو ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ امام ابوداؤدؒ بھی ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ البتہ امام احمدؒ سے سماع ثابت نہیں۔

آپ کے شیوخ میں ایسے حضرات بھی ہیں جن سے اکثر اصحاب صحاح نے استفادہ کیا ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:-

”امام مسلمؒ اگرچہ امام ترمذیؒ کے اساتذہ میں سے ہیں مگر پوری کتاب میں صرف ایک روایت ان سے مروی ہے اور وہ روایت أحصوا ہلال شعبان لرمضان“ والی اگرچہ اس کی حیثیت ایسی ہے کہ جیسے اپنے کسی معاصر سے روایت کی جاتی ہے کیونکہ دونوں کے بہت سے شیوخ میں اشتراک ہے“ (تذکرہ ۲ ص ۲)

امام بخاریؒ سے امام موصوف کو زیادہ استفادہ کا موقع ملا، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:-

”تفقد فی الحدیث بالبخاری“ یہاں تک کہ امام بخاریؒ کے مایہ ناز تلامذہ میں ان کا شمار ہے، حاکم نے موسیٰ بن مالک کا یہ قول نقل کیا ہے:-

مات البخاری فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ

والورع والزهد (تہذیب ۹ ص ۳۸۹)

خود امام بخاریؒ کو بھی اپنے لائق شاگرد پرناز تھا۔ انھوں نے ان کے کمال علم کی ان الفاظ میں

تہذیب التہذیب ص ۳۸۵،

سند عطا فرمائی تھی۔

”ما انتفعت بك اكثرا ما انتفعت بي“ (تہذیب والد مذکور)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذہین شاگرد جب استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیکھ کر اس کی نگاہ دیکر علوم کی طرف جاتی ہے۔

امام بخاریؒ نے بھی دو حدیثیں امام موصوف سے روایت کی ہیں:-

(۱) کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ”فی قول الله عز وجل ما قطعتم“

کے تحت (۲) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ”یا علی! لا یجمل لأحد ان یجنب فی هذا

المسجد غیری وغیرک (فی باب مناقب علیؑ)

اور ان دونوں کی تخریج کے بعد فرمایا کہ سمع منی محمد بن اسمعیلؑ

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ترمذی شاگرد رشید بخاری است دروش او را آموختہ و از سلم والی داؤد و شیوخ ایشان

نیز روایت دارد در بصرہ و کوفہ و واسط و رے و خراسان و حجاز سالہا در علم حدیث بسر بردہ

ملاحظہ فرمائیے کہ امام بخاریؒ کے انتقال کے بعد ابو عیسیٰ کے ہم پلہ خراسان میں کوئی محدث

ہیں تھا۔ اس لئے ان کی ذات مرجع خلافت بن گئی، ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیا و

سلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبد مردوزی - حنیف بن کلیب شاشی ابو العباس احمد محمد بن محبوب المرزدی جنہوں

مجامع ترمذی کو امام موصوف سے روایت کیا ہے۔ احمد بن یوسف نسفی، عبد بن محمد بن محمد النسفی، محمد بن

داؤد و داؤد بن نصر بن سہل بزدی وغیرہ۔

لفظ حق تعالیٰ شانہ جب کسی سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔

۵۰۴ اتذی مثلاً - ۱۶۷ مقدمہ تحفہ ص ۱۶۷۔

امام موصوف کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی خدا داد قوتِ حفظ بھی عطا کی گئی تھی۔ ابو سعید ادہسی فرماتے ہیں کہ ابو عیسیٰ کی قوتِ حفظ بھی مثالی بیان کی جاتی تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے ایک شیخ سے درجہ زد کے بقدر بواسطہ حدیثیں سنیں اور قلب بند کیں جس اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد ان شیخ سے ملاقات ہو گئی انھوں نے شیخ مذکور سے سماعِ حدیث کی درخواست کی۔ شیخ نے سنائی شروع کیں اور امام ترمذیؒ سے فرمایا کہ لکھ لو، ترمذی بیاض لے کر بیٹھ گئے۔ مگر قلم میں روشنائی نہیں ملی تھی یوں ہی بیاض پر قلم چلاتے رہے۔ شیخ کوشبہ ہوا کہ یہ لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ وہ نہی قلم پھیر رہے ہیں، اٹھ کر دیکھا تو بیاض سادہ تھی۔ سید خفا ہوئے اور فرمایا: تم مذاق کرتے ہو۔۔۔۔۔ امام ترمذی نے عرض کیا، آپ گھبرائیے نہیں! جتنی حدیثیں آپ نے سنائی ہیں سب مجھے یاد ہیں۔ سُن لیجئے، چنانچہ تمام حدیثیں فر فر سنا دیں، شیخ کو خیال ہوا کہ شاید یہ ان کو پہلے سے یاد تھیں۔ انھوں نے باور نہیں کیا۔ امام ترمذی نے عرض کیا، آپ دوسری حدیثیں سنائیے میں ان کو بھی سنا دوں گا۔ چنانچہ شیخ نے اپنے غرائب المحرر سے چالیس حدیثیں سنائیں جس کو امام ترمذی نے فوراً ہی دہرایا تب شیخ کو ان کی قوتِ حفظ کا یقین ہوا۔

زبد و تقویٰ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :-

تورع وزہد مجھ سے داشت کہ فوق آں متصور نیست بخوفِ الہی بسیار گریہ وزاری کرد
ونا مینا شد، یعنی زہد و تقویٰ اس درجہ کا حاصل تھا کہ اس سے زیادہ متصور ہی نہیں
کیا جاسکتا، اور خوفِ الہی سے بحشرت گریہ وزاری کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آنکھوں
کی مینا لائی جاتی رہی۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ مادرِ زاد اندھے پیدا ہوئے تھے
لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی ہے۔ (مذکرہ مشہد ۲)

تَمْدِیْنِی | شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ امام موصوف کا نام محمد اور کنیت ابو عیسیٰ تھی لیکن انھوں نے
اپنے نام کے بجائے اپنی کنیت زیادہ استعمال کی ہے۔ جیسے فرماتے ہیں، قال ابو عیسیٰ ۶
مگر بعض علماء نے اسے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنی مستنبت میں ترجمۃ الباب لائے ہیں

برہان دہلی

۹

”باب مایکرمہ للرجل أن یکتفی بأبی عیسیٰ“ اور باب کے تحت کی روایت سے کراہت ثابت کیا ہے لیکن اس کے برخلاف امام ابو داؤد نے کتاب الآداب میں اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ باب مایکتنی بأبی عیسیٰ اس لئے علماء نے جن روایتوں سے کراہت ثابت کی ہے ان سب کا جواب دیا ہے۔

ایک مغالطہ کا ازالہ | ترمذی کے نام سے ائمہ میں تین حضرات مشہور ہیں، اسی لئے اکثر لوگوں کو مغالطہ ہو جایا کرتا ہے حالانکہ تینوں کے درجات مختلف ہیں۔

(۱) امام ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن ہیں۔ (۲) ابوالحسن احمد بن حسن ہیں۔ یہ ترمذی کبیر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور امام احمد کے تلامذہ ہیں سے ہیں، نیز امام ترمذی صاحب سنن و امام بخاری و ابن ماجہ کے شیوخ میں ہیں۔ (۳) حکیم ترمذی صاحب ”لادراصول“ ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب بستان میں فرماتے ہیں کہ لادری اکثر روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں (بستان المحدثین ص ۱۳) تصانیف | امام ترمذی نے بکثرت تصنیفات کی ہیں، آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ حاصل تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے۔ ان کی مختلف کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ (۱) اللعل (۲) المفرد۔ (۳) التاریخ (۴) الزهد (۵) الشمائل (۶) الاسماء والکنی، البیہ ابن ندیم نے کتاب التاریخ کا اضافہ کیا ہے، اس میں شمائل و علل صغریٰ و دونوں مطبوع ہیں، البتہ علل کبریٰ نایاب ہے، انھوں نے علل پر بھی دو کتابیں لکھی ہیں۔

جامع الترمذی | حدیث کی جس کتاب میں آٹھ قسم کے مضامین بیان کئے جائیں اس کو جامع کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اور وہ آٹھ قسم کے مضامین جامع یہ ہیں۔

۱۔ شمائل میں مصنف نے چار سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ اور چھپن بابوں پر منقسم کیا ہے۔ اس کی مختلف لوگوں نے شرحیں لکھی ہیں (۱) جمع الوسائل لملا علی قاری (۲) مواہب لدینیہ للنادی۔ شیخ ابراہیم بجوری اور مولانا احمد علی صاحب کا ماضیہ زیادہ مقبول ہیں، اور ان سب بشرح اور دیگر کتب احادیث کی شرح کا خلاصہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامہ برکاتہم نے اپنے شمائل کے ترجمہ خدائے نبوی کے حاشیہ پر جمع کر دیا ہے۔ ۲۔ تہذیب ص ۳۶۵ ۳۔ بہرہ

(۱) میرو (۲) آداب (۳) تفسیر و (۴) عقائد - (۵) فتن و (۶) احکام و (۷) اشراط و (۸) مناسبات اور چونکہ ترمذی ان تھوڑے قسم کے مضامین پر مشتمل ہے اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے بحیثیت احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے چنانچہ پہلے کتاب الطہارۃ لاتے ہیں اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ پھر زکوٰۃ و صوم وغیرہ - ملائم سنیوں نے فرماتے ہیں کہ حاکم و خطیب نے بھی اسے الجامع کہا ہے، مگر ترمذی کا حاکم صحیح کہنا اور نسائی و ترمذی کو خطیب کا صحیح کہنا فی الواقع ان کے نزدیک تساہل ہے۔ لیکن فی الواقع اس کو تساہل قرار دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ باعتبار اغلب کے صحیح کہا جاسکتا ہے جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اعلیٰیت کے ہے نیز امام ترمذی خود بھی اس کو ”صحیح“ فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

صنعتُ هذا المسند الصحيح (و کذا قال ابن کثیر فی تاریخہ)

سنن ترمذی کے حاسن و فضائل | امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے علماء و حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور علماء و خراسان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بھی دلائل و تحسین دی، پس جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے ہیں (تذکرہ مشہد ۲)

شیخ ابراہیم بخاری کا یہ مشورہ ہر طالب حدیث کے لئے ہے کہ۔ الجامع الصحیح کا مطالعہ کیا جائے کیونکہ یہ کتاب حدیثی و فقہی فوائد اور سلف و خلف کے مذاہب کی جامع ہے پس یہ مجتہد کے لئے کافی ہے۔ اور فقہ کے لئے بے نیاز کرنے والی ہے۔ میرے خیال میں مجتہد کے لئے تو کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کے لئے کافی نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: ”ترمذی کی جامع ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ متعدد وجوہ سے جمیع کتب حدیث سے احسن ہے۔ (۱) اس میں حسن ترتیب اور عدم تکرار ہے (۲) فقہاء کے مذاہب کا ذکر ہے نیز مذاہب والوں کے وجوہ استدلال بھی ہیں۔ (۳) حدیث کے ذرائع صحیح و حسن و ضعیف، غریب، مغلط وغیرہ بھی بیان کئے ہیں (۴) اسی طرح راویوں کے اسما و القاب اور ان کی گنتیں نیز دیگر فوائد جو علم رجال سے متعلق ہے اس پر بھی خاصی گفتگو ہے“ (بستان مشہد ۱۱)

۱۔ تدریب مدرسہ

شیخ ابن صلاح کا فیصلہ ہے :- کتاب ابی عیسیٰ اصل فی معرفۃ الحسن (ؓ) حافظ محمد بن طاہر مقدسی نے ذکر کیا کہ امام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری کے سامنے ہرات میں امام ترمذی اور ان کی کتاب کا تذکرہ آیا تو انھوں نے فرمایا کہ ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم سے زیادہ النفع ہے کیونکہ بخاری و مسلم سے فائدہ صرف عالم متبحر ہی اٹھا سکتا ہے اور ابوعیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

ترمذی کی غرض | ہر محدث نے جمع حدیث کے لئے اپنی کتاب میں کچھ خاص چیزیں بطور غرض و مقصد کے پیش نظر رکھی ہیں۔ امام ترمذی کا مقصود اعظم بیان مذاہب ہے مع الاستدلال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا :-

”ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے گویا شیخین کے طریقے کو جو ابہام و تبیین کا راستہ تھا اور ابو داؤد کی رائے جو فقہاء کے متدلات کا بیان تھا اس کو نہایت عمدگی سے جمع کر کے پیش کیا بلکہ دونوں راستوں کو جمع کر دیا ہے اور مزید براں صحابہ و تابعین و فقہاء کے مذاہب کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ حقیقت میں انھوں نے بہت ہی جامع کتاب لکھی ہے، اسی طرح حدیث کے طرق کو بھی نہایت لطیف طریقہ سے مختصر کیا ہے۔ پس ایک حدیث کو ذکر کیا اور اسی باب میں اس کے ماسوا کی طرف اشارہ کر دیا اور ہر حدیث کی حیثیت بیان کر دی کہ آیا صحیح ہے یا حسن ہے، ضعیف ہے یا منکر اور حدیث کے ضعف کو بھی بیان کیا تاکہ طالب حدیث کو بصیرت حاصل ہو جائے۔ قابلِ عمل اور ناقابلِ عمل میں امتیاز ہو جائے پھر حدیث کا مستفیض و غریب ہونا بھی بیان کیا پھر صحابہ و فقہاء و اصحاب کے مذاہب بھی بیان کئے۔ (حجتہ اللہ البالغۃ ص ۱۲۱)

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا مقصود اعظم بیان مذاہب بھی ہے، امام ترمذی کا صحابہ و تابعین کے مذاہب کو بیان کرنا احکام کی بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، اسی طرح امام ترمذی نے ان مذاہب کو بھی بیان کیا جو کمتر و کم ہو چکے ہیں، جیسے امام ازہبی، سفیان ثوری، اسحاق بن ابراہیم

ترمذی وغیرہ کے مذاہب جس سے ترمذی کے واسطے کے بغیر واقفیت ناممکن ہے۔
ترمذی کا مسلک | حضرت شاہ صاحب (مولانا نور کشمیری) نے شافعی کہا ہے (عون الشہداء ص ۳۲)
 لیکن جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امام ترمذی امام بخاری کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، اس لئے ان پر بھی
 مجتہدانہ رنگ غالب ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دکان اہل
 الحدیث قد ینسب الی أحد المذاهب لکثرة موافقته۔

یعنی محدثین کا کسی امام کی کثرت موافقت کی وجہ سے اسی مذہب کی طرف انتساب کیا جاتا ہے
 مطلب یہ کہ انھوں نے اصول کے مطابق اجتہاد و استخراج مسائل کیا ہو اگر کوئی جزئی اختلاف ہو جائے
 تو ایسا ممکن ہے اور اس طرح کا اختلاف مسلک شافعی میں داخل ہونے کے لئے قاذح نہیں ہے۔
 چنانچہ امام ترمذی نے بھی امام شافعی سے بعض مسائل میں اختلاف کیا جیسے باب تاخیر الظہر
 فی شدۃ الحر۔ اس طرح کی مخالفت ان کے مذہب شافعی کی طرف منسوب کرتے ہیں قاذح نہیں۔
 بلکہ اکثر مسائل میں ان کے عقیدے ہیں، لیکن بعض حضرات نے امام ترمذی کی خاص اصطلاح ”عند اصحابنا“
 سے استدلال کیا ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ”امام فرماتے ہیں:-

”والعمل علیٰ ہذا عند اصحابنا وعند الشافعی و احمد واسحق“

اسی طرح ”باب المحافلہ“ میں فرمایا:- ”من قول الشافعی وأصحابنا“ اس سے ثابت ہوا
 کہ وہ منبلی و شافعی نہیں تھے، لیکن اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے محدثین ہی کی ایک جماعت مراد ہو
 چنانچہ شیخ مرآی اور علامہ سندھی دونوں نے محدثین ہی کی جماعت مراد لیا ہے۔ تو اوپر شاہ ولی اللہ
 کا قول گزر چکا ہے کہ محدثین کی جماعت کا کسی نہ کسی امام کی طرف انتساب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام
 ترمذی کا مسلک ”شافعی“ کی طرف انتساب کرنا درست ہے۔

امام ترمذی کی جرح و تعدیل کی حیثیت | آپ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ روایت پر پوری طرح جرح و تعدیل
 سے کام لیتے ہیں، کیونکہ اس فن میں انھیں رموز حاصل تھا۔ جیسا کہ ان کی کتاب اور کتاب العلل

لہ از اقادات مولانا بخاری (۱۷ ج ۱ ص ۲۷۷) (۱۷ ج ۲ ص ۲۷۷)

کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے لیکن روایت کی تحسین و تصحیح میں بعض جگہ ان سے تساہل واقع ہوا ہے۔
 مُلّا علی قاریؒ نے کہا: عند ذلک نوع من التساهل فی التصحیح ولا یضّر (مرقاة مثلاً)
 (امام ترمذی تصحیح روایت میں تساہل واقع ہوئے ہیں) لیکن فی الواقع یہ کچھ نقصان دہ نہیں۔ آگے چل کر
 ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: واطلق الحاکم والخطیب الصحیح علی ما جمیع فی سنن
 الترمذی۔ لیکن علامہ سیوطیؒ نے حاکم اور خطیب کے فیصلہ کو بھی تساہل قرار دے دیا ہے بلکہ
 علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:-

ترمذی کا درجہ ابرود اور نسائی کے بعد رکھا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے مصلوب
 وکلبی جیسے لوگوں کی روایات کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے (تدریب مثلاً)
 اسی طرح علامہ موصونؒ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی کے ترجمہ میں لکھا ہے:-
 قال ابن معین لیس بشئ وقال الشافعی ساکن من ارکان الکذب ضرب
 احمد علی حدیثہ۔ الخ اس کے باوجود امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہر
 وہ حدیث یہ ہے:- الصلح جائز بین المسلمین۔ اور اس کی تصحیح کی ہے لہذا علامہ ترمذیؒ کی تصحیح پر
 اعتماد نہیں کرتے، نیز اس طرح یحییٰ بن یمان کے ترجمہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد
 فرمایا کہ ترمذیؒ نے اس کی تحسین کی ہے حالانکہ اس میں تین رواۃ ضعیف ہیں، وہ حدیث یہ ہے:-
 "ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبر الیلا فاسرج له سراج"

اس روایت کے ذیل میں علامہ زلیعیؒ فرماتے ہیں:-
 "امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کو حدیث حسن کہا ہے حالانکہ ان کا یہ فیصلہ صحیح
 نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا مدار حجاج بن ارطاة پر ہے اور یہ مدلس ہے اس نے سماع کا
 کہیں ذکر نہیں کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن قطنؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ایک راوی منہال
 بن خلیفہؒ ابن معین نے تضعیف کی ہے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیہ نظر (منہالیہ مثلاً)
 لہ تدریب مثلاً

اس سے ثابت ہو کہ امام موصوف نقد روایات میں متساہل واقع ہوئے ہیں۔ بہر حال ان کے فیصلہ پر تحقیق و جستجو کے بعد ہی عمل کیا جائے گا۔ لیکن ان کا تساہل حاکم کے تساہل سے مختلف ہے۔ علامہ زلیعی فرماتے ہیں: بہ قیل ان تصحیحہ، (الحاکم) دون تصحیح الترمذی والدارقطنی بل تصحیحہ کتحسین الترمذی واحیاناً یکون دونہ یعنی حاکم کی تصحیح ترمذی و دارقطنی کی تصحیح سے کم حیثیت رکھتی ہے بلکہ یہ ترمذی کے تحسین کے درجہ پر رکھی جاسکتی ہے اور کبھی اس سے بھی کم حیثیت دی جائے گی۔ (مقدمہ تحفۃ الماحوزی ص ۱۷)

علامہ ابن حزم کی تنقید کا جواب | امام موصوف کی ثقاہت و جلال شان کے باوجود بھی بعض محدثین نے ان پر تنقید کی ہے جس میں سب سے زیادہ حیرت انگیز علامہ ابن حزم کی تنقید ہے اور کہہ دیا کہ ”ترمذی مجہول ہیں“ جس کو جہور محدثین نے رد کر دیا ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو عیسیٰ ترمذی کی ثقاہت متفق علیہ ہے ان کے بارے میں ابن حزم کا یہ قول کہ وہ مجہول ہیں ناقابل توجہ ہے درحقیقت ابن حزم اپنی کتاب جامع و علل سے واقف ہی نہ تھے۔“ (میزان جلد ۳ ص ۱۷۷)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :-

”ابن حزم نے کتاب الفرائض من الاتصال میں محمد بن عیسیٰ کو مجہول لکھا ہے لیکن یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کو ان کے حفظ اور تصانیف کی خبر نہ ہو، ابن حزم نے اس قسم کے الفاظ بعض اور ثقات کے متعلق لکھے ہیں حالانکہ وہ ساری مخلوق میں مسلم اور مشہور ہیں“

(تہذیب التہذیب ص ۳۸۸)

علامہ ذہبی نے سیر النبلا میں نہایت عمدہ بات لکھ دی ہے کہ ابن حزم نے بہت سی احادیث کا تذکرہ کیا ہے لیکن سن سنائی اور ابن ماجہ اور جامع ترمذی کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے کیوں کہ یہ کتابیں انھوں نے دیکھی ہی نہ تھیں، ان کی وفات کے بعد اندلس میں داخل ہوئیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر کے پاس بھی یہ کتابیں موجود نہ تھیں۔ (ما تمس بہ الحاجة ص ۲۵)

علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں لکھا کہ سنن ترمذی میں ایک سو اکیس^{۱۵۱} عنوان کتب ہیں اور ہر کتب کے تحت سیکڑوں ابواب ہیں اور اس کتاب میں ایک روایت ثنائی بھی ہے۔ لیکن علامہ سیوطیؒ سے یہاں تسامح ہو گیا۔ مرقاة جلد اول ص ۱۲۱ پر رقم طراز ہیں۔
 جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثنائی ہے اور وہ یہ ہے:- یاقی علی الناس زوان العاصی فیہو علی دینہ کالغالبی علی الجمر فاسنادہ اقرب من اسناد البخاری ومسلم وأبی داؤد فلو نلھ ثلاثیات

امام ترمذیؒ نے اس کو کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔ پوری اسناد یوں ہے۔
 حدثنا اسمعیل بن موسیٰ الغضاری بن اہنۃ السدی الکوفی نا عمر بن شاکر عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ
 اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تین واسطہ ہیں، اسمعیل بن موسیٰ عمر بن شاکر اور انس بن مالکؓ
 پس اس کی سند ثنائی ہے نہ کہ ثنائی۔

جامع صحیح کی معمول بہا احادیث | امام ترمذیؒ نے کتاب العلل جلد ۲ ص ۲۲۶ پر یہ دعویٰ کیا ہے۔
 میری اس کتاب کی ساری احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے سوا دو کے

(۱) حدیث ابن عباسؓ، أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مطی ولا سفی

(۲) دوسری حدیث

النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقطعوا

لیکن فی الواقع ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے، حنفیہ حدیث اول کو جمع صوری،

اور حدیث ثانی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں، اگر امیر المؤمنین مصلحت سمجھے تو چوہنقی با قتل بھی کر سکتا ہے
فرمیں یہ ہے کہ احاث کے یہاں ان دونوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

جامع ترمذی کی بعض کتابی خصوصیات

تمام محدثین کی کتابوں میں کچھ علیحدہ علیحدہ خصوصیتیں موجود ہیں۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ہر ایک
نے اپنی جگہ یہ کوشش کی ہے کہ "اس کی کتاب میں کوئی نئی اور مفید بات موجود ہو۔ جو کہ اسے دیگر کتب سے ممتاز کرے"
اس کی تفصیل ہر ایک کے حالات کے ساتھ کی جائے گی، فی الحال ہمارے پیش نظر امام ترمذی کی سن
کی خصوصیات بیان کرنا ہے جس کا جاننا ایک طالب علم کے لئے از حد ضروری ہے:-

(۱) کبھی امام ترمذی ترجمۃ الباب کسی صحابی کی مشہور حدیث سے منعقد کرتے ہیں جس کی سند ان کے
نزدیک صحیح ہوتی ہے اور اس حدیث کی صحاح ستہ کے مؤلفین نے بھی تخریج کی ہوتی ہے لیکن اس ترجمہ کے
تحت اس حکم کو دوسرے صحابی کی حدیث غیر معروف سے ثابت کرتے ہیں اگرچہ اس کی اسناد حدیث منعقد ترجمہ
سے کم درجہ کی ہوتی ہے، لیکن اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں فی الباب عن فلان و فلان الم
اور پوری ایک جماعت کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔ جس میں اس صحابی کا بھی نام لے لیتے ہیں جس کی حدیث سے ترجمہ
منعقد کیا تھا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ حدیث غیر مشہور سے واقفیت بھی ہو جاتی ہے، اور اگر اس میں کوئی علت غاییہ
ہے تو اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، اسی طرح متن کی کمی و زیادتی کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ (نفع قوت المعنی مثلاً)
(۲) ان کی عادت یہ ہے کہ فی الباب عن فلان و فلان کہتے ہیں یعنی بہت سے صحابہ کا ذکر کرتے ہیں
اور کبھی عن فلان عن ابیہ کہتے ہیں اور اس میں متعدد باتیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں، کبھی تو یہ بتانا ہوتا ہے
کہ ان صحابی کے صرف بیٹے ہی نے ان سے روایت کی ہے اور کبھی صحابی کے نام میں اختلاں ہوتا ہے تو بیٹے کا
نام العباس ذکر کرنے کے لئے بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ کبھی صحابی کے غیر معروف ہونے
کی وجہ سے بھی ایسا کر دیتے ہیں۔

(۳) عام طور پر جس صحابی کی روایت باب کے تحت لاتے ہیں پھر فی الباب میں اس کا تذکرہ نہیں
کرتے مثلاً باب کے تحت اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث لائے تو فی الباب عن ابی ہریرہؓ نہیں کہیں گے،

البتہ چند جگہیں متشبیہ ہیں، مثلاً باب الرکتین اذا جاء الرجل والامام بخطب اس باب میں حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے اور دوبارہ پھر فی الباب عن جابر کہا ہے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں:-

ممکن ہے حضرت جابرؓ کی دوسری روایت کی طرف اس باب میں اشارہ کر رہے ہوں (تدبیر)

(۴) اسی طرح حدیث طویل کو مختصر کر کے آخر میں فرماتے ہیں فیہ قصۃ وفیہ کلام اکثر

من ہذا۔

(۵) اسماء مشترکہ کے درمیان تمیز کرنا ہے جیسے یزید الفارسی ویزید الرقاشی اسی طرح ان کنیتوں کے

درمیان جن میں اشتراک ہوتا ہے اس کے فرق کو بھی ترمذی واضح کر دیتے ہیں۔ جیسے ابو حازم المزاهد

ابو حازم الاشجعی پہلے کا نام سلمہ بن دینار مدینی اور دوسرے کا نام سلمان کوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں کسی طرح کا غموض و خفاء ہوتا ہے وہاں لازمی طور پر اس کو واضح کر دیتے ہیں۔

(۶) اسی طرح سے باب بلا ترجمہ کے لاتے ہیں اور اس میں کسی حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فی الباب عن فلان اس کے ذریعہ سے اس مضمون کی دوسری روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ نیز

باب بلا ترجمہ سے کسی ایسے مسئلہ کی طرف تنبیہ کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق ماقبل کے ترجمہ الباب سے

ہے جیسا کہ ان کے شیخ امام بخاری کا طرز عمل اور طریقہ کار ہے۔

(۷) اسی طریقے سے ترجمہ کے تحت حدیث لانے کے بعد کہتے ہیں فی الباب عن فلان یعنی کسی دوسرے

صحابی کا یہاں ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اسی صحابی سے روایت نقل کرتے ہیں جس کی حدیث کی طرف

فی الباب میں اشارہ کیا گیا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابی کی یہی حدیث مراد ہے جس کو بعد میں

ان سے روایت کر رہے ہیں۔ مثلاً باب من کول البقی میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں

وفی الباب عن معاذ بن جبلؓ اور پھر اس کے بعد حضرت معاذؓ سے تقریباً اسی مضمون کی روایت نقل

کی ہے جو ابن مسعودؓ کی روایت میں تھا۔

(۸) اسی طرح ترجمہ کے تحت میں کبھی دو مرتبہ وفی الباب عن فلان کہتے ہیں، جیسے باب اکل لحوم

المجالاتۃ میں پہلے ابن عمرؓ کی روایت کو لے آئے ہیں اور پھر کہا وفی الباب عن ابن عباسؓ اور

ابن عباسؓ کی پوری روایت نقل کر دی ہے اور اس کی تصحیح و تحسین کے بعد فرماتے ہیں وفی الباب عن ابن عمرؓ اور روایت نہیں نقل کی۔ بظاہر دوبارہ فی الباب کہنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ حدیث اول کے ہم منیٰ ابن عمرؓ سے دوسری روایت بھی موجود ہے کما فی ابی داؤد و نسائی وغیرہ۔

(۹) عام طور پر اکثر ابواب میں خصوصاً احکام کی حدیث میں ایک ہی حدیث کے درج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس حدیث کے دیگر طرق یا اس باب کی دیگر روایات کی طرف اشارہ کر دیا ہے، اس لئے احکام کی احادیث کی تعداد ان کی کتاب میں بہت کم ہے لیکن اس کا تدارک فی الباب عن فلاں کے ذریعہ کر دیتے ہیں، یہ ترمذی کی ایسی خصوصیت ہے جس کی محدثین کی نظر میں بہت اہمیت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اس حدیث یا اس مضمون کے روایت کرنے والے صحابہؓ کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے اور اس میں ایسا استینا کیا ہے جس کی تخریج کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہوں گے، حافظ ابن حجرؒ کی اس میں متقل تصنیف ہے الباب فیما یقول الترمذی فی الباب جو منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں مصنف نے تخریج روایات کے علاوہ پوری طرح جرح و تعدیل سے کام لیا ہے۔ فی الباب سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی نے جن رواۃ کے اسماؤ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لوگ بعینہ اسی متن کو روایت کر رہے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:- کہ اس سے وہ حدیث معین مراد نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہم معنی دیگر روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عراقیؒ کا کہنا ہے کہ کبھی وہی حدیث معین ہی مراد ہوتی ہے اور کبھی اس مضمون کی دیگر روایات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (تدریب مسۃ)

(۱۰) کبھی ترجمہ کے تحت احادیث غریبہ کو لاتے ہیں اور اسی باب کی دیگر روایات صحیحہ کی طرف "فی الباب" سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ اگرچہ امام ترمذی کے تخریج روایت کی شرطیں ضخیم و ابوداؤد و نسائی سے کم درجہ کھتی ہیں، لیکن صحت و ضعف اور علل حدیث پر بھی تنبیہ کر کے اس کی تلافی کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے شرح علل ترمذی میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اپنی کتاب میں حدیث صحیح و حسن اور غریب کو بیان کیا ہے جن میں بعض مناکیر بھی ہیں۔ خصوصاً فضائل میں۔ لیکن ساتھ ہی اس کی صحت و ضعف کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ لیکن علامہ حازمیؒ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف یا طبعہ رابعہ کی ہوتی ہے تو اس کے

ضعف پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور اس صورت میں یہ روایت ان روایات صحیحہ فی الباب کے لئے بمنزل شاہد متتابع کے بن جاتی ہیں۔ اور امام ترمذیؒ کا اعتماد حقیقت میں وہی روایات صحیحہ ہی ہوتی ہیں۔ جو جمہور کے نزدیک بھی صحیح ہیں (شروط الأئمة ص ۴۲)۔

(۱۱) امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ عام طور پر دو طرح کے تراجم قائم فرماتے ہیں، ایک ترجمہ سے اہل حجاز جس میں عام طور پر امام شافعیؒ ہوتے ہیں ان کے مسلک کی تائید مقصود ہوتی ہے، اور دوسرے ترجمہ سے اہل عراق جس میں عام طور پر امام ابو حنیفہؒ ہوتے ہیں اس سے ان کے مسلک کی تائید فرماتے ہیں۔ (عرف الشیخ) (۱۲) امام ترمذیؒ حدیث کی صحت اور حسن کا فیصلہ صادر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”والعلیٰ علیٰ ہذا عند اہل العلم واکثر اہل العلم اوعند بعض اہل العلم“ اس کے ذریعہ سے فقہاء کے مذاہب کا علم ہو جاتا ہے، اور بعض ایسے فقہاء کا مسلک معلوم ہوتا ہے جن سے واقفیت امام ترمذیؒ کے واسطے کے بغیر مشکل ہے۔

(۱۳) اسی طرح سے امام ترمذیؒ جب کسی حدیث کو حسن یا غریب کہتے ہیں تو عام طور پر ان دونوں میں جو وصف غالب ہوتا ہے اس کو مقدم کرتے ہیں۔ جیسے ”باب ما جاء فی الأثر مع قبل العصر“ (مجامع الترمذی ص ۱۵۵) اس باب کے تحت ابن عمرؓ کی مرفوع روایت ”رحم اللہ اہلہ اصلاً اربعاً الخ“ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ”هذا حديث حسنٌ بخسني يثبت“، علامہ عراقی کی رائے ہے کہ حسن و غرابت میں جو وصف غالب ہوتا ہے اس کو مقدم فرماتے ہیں، پس ابن عمرؓ کی یہ حدیث صرف ایک ہی سند سے مروی ہے، لیکن حسن کا وصف غالب ہے، اسی ضابطہ کو مصنف نے یہاں بھی ملحوظ رکھا ہے۔ (تدریب ص ۵۵)

امام ترمذیؒ کی مشہور مصطلحات

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں بعض ایسی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے جس کا تعلق عام طور پر جرح و تعدیل یا بیان مذاہب وغیرہ سے ہے، ہم ان میں سے صرف چند کو بیان کریں گے جس کی کتاب میں زیادہ اہمیت ہے، چنانچہ امام مرفوعؒ بکثرت فرماتے ہیں:-

(۱) هذا حديث صحيحٌ حسنٌ اور کبھی صحیحٌ حسنٌ کہتے ہیں اور کبھی هذا حديث حسنٌ صحیحٌ غریبٌ

فرماتے ہیں، حالانکہ کسی ایک حدیث میں ان تینوں اوصاف یا ان میں سے دو کا اجتماع نہیں ہو سکتا،
 ورنہ الواقع یہ اشکال اس وقت پیدا ہوگا جب حدیث کی مشہور اصطلاحی تعریف مراد لی جائے، لیکن امام
 ترمذیؒ خود مجتہد ہیں، چنانچہ حدیث حسن کی تعریف جمہور کے خلاف یوں کی ہے کہ ”حسن وہ حدیث ہے
 جس کا کوئی راوی ہتہم نہ ہو، وہ روایت مثلاً ذہن ہوا اور متعدد طرق سے مروی ہو (کتاب احل ملہ)“
 لیکن علامہ سیوطیؒ نے ابن سید الناس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ترمذیؒ نے حسن کی محض ایک قسم کی تعریف
 کی ہے، اور اس کی صراحت امام بوہون نے کتاب احل میں کر دی ہے اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ یہ امام
 ترمذیؒ کی خاص اصطلاح ہے (تدریب الراوی ملہ) بہر کیف جمہور کے قول کے مطابق یہی حسن و صحیح کے
 اجتماع میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ایک حدیث ایک محدث کی تحقیق میں صحیح ہے اور دوسرے کے نزدیک حسن ہے یا
 اس کے برعکس، اسی طریقے سے ایک شخص کے نزدیک ایک ہی حدیث حسن لذاتہ ہے اور دوسرے کے نزدیک حسن لغیرہ
 یا ایک حدیث دو اسانید سے مروی ہے ایک کے اعتبار سے حسن اور دوسرے کے اعتبار سے صحیح ہو (مقدمہ موعول
 حدیث شیخ عبدالحق)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، عموماً ایک حدیث کی سند میں مجتہد کو تردد ہوتا ہے کہ آیا راوی میں شرائط حسن
 کے ہیں یا صحیح کے ہیں پس مجتہد نے دونوں بیان کر دیا اور کثرت استعمال کی وجہ سے ”او“ گر گیا، اور اصل عبارت
 یوں ہوگی، حدیث حسن ”او صحیح“ (شرح نخبہ ملہ) نیز اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں، بعض لوگوں نے
 حسن و صحیح کے لغوی معنی مراد لئے ہیں لیکن یہ دونوں باتیں امام ترمذیؒ کی شان سے بعید ہیں، (کوکب ملہ)
 شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح صحیح و حسن کے اجتماع میں کوئی دشواری نہیں اسی
 طرح غریب و حسن کے اجتماع میں بھی کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ امام ترمذیؒ نے حسن کی تعریف میں تعدد
 طرق کا لحاظ کیا ہے جو ان کی اپنی اصطلاح ہے پس جہاں وہ حسن غریب کہتے ہیں وہاں ان کی خاص تعریف
 مراد ہوتی ہے۔ (مقدمہ شیخ عبدالحق)

لفظ کراہیۃ و کراہتہ کا مطلب

امام ترمذیؒ، چند مخصوص الفاظ ہیں، ان دونوں کو بکثرت استعمال فرماتے ہیں، چنانچہ

باب کس اہیۃ الاستیحاء بالیمین، باب فی کس اہیۃ الصلوٰۃ بعد العصر وبعد المغرب عام طور پر کراہت سے مکروہ تنزیہی وظلاف اولیٰ ہی مراد لیا جاتا ہے لیکن امام ترمذیؒ نے کبھی اس سے ایک عام معنی مراد لئے ہیں جو تحریمی و تنزیہی دونوں کو شامل ہیں، جیسے ترجمہ ہے۔ ”باب ماجاء فی کس اہیۃ الإقضاء بین السجدةین“ یہاں اقضاء کی دونوں صورتوں کو مراد لیا ہے، حالانکہ اقضاء کی ایک صورت تحریمی کی ہے اور دوسری تنزیہی کی ہے، اور کبھی کراہت سے کراہت تحریمی ہی مراد لی ہے، جیسے باب ماجاء فی کس اہیۃ أن یبادر الإمام فی السجود والسجود“ امام سے مسابقت بالاتفاق حرام ہے، اور کبھی کراہت تنزیہی ہی کو مراد لیا ہے، جیسے ”باب الأذان بغیر أجر“ یہاں کراہت تنزیہی مراد ہے۔

کیوں کہ ان دونوں میں تفریق سلف کے نزدیک نہیں تھی، اور عام طور پر لفظ کراہت سے مکروہ تحریمی ہی مراد لیا کرتے تھے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :-

”المتقدمون یطلقون الکراہۃ ویروون کس اہۃ التحریر“ (عقائد القاریؒ ۳۸۴)
البتہ دونوں میں تفریق متاخرین قہوانے عوام کی سہولت کے پیش نظر قائم کی ہے، علامہ ابن قیمؒ نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں متاخرین نے مکروہ تنزیہی وظلاف اولیٰ کی اصطلاح ایجاد کی ہے، اور اب لفظ کراہت سے تنزیہی کے معنی مراد لئے جاتے ہیں (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۵)

بعض اہل کوفہ سے کون لوگ مراد ہیں ؟

امام ترمذیؒ نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک صراحت کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا، حالانکہ جہاں اہل کوفہ کا مسلک نقل کرتے ہیں ان کے ساتھ اکثر حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے اس لئے عام طور پر یہ مشہور ہے کہ مصنف نے جہاں کہیں لفظ اہل کوفہ لکھا ہے اس سے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ مراد ہیں، شیخ سرراج لکھتے ہیں کہ جہاں کہیں امام موصوفؒ نے اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں اور ایسا امام صاحبؒ کی شان میں فایۃ تعصب سے کیا ہے۔ (شرح جامع الترمذی ص ۶۱)
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ امام ترمذیؒ کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا

تعب تھا، خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذاتِ گرامی سے اس لئے انھوں نے امام صاحبؒ اور ان کے تلامذہ کی طرف بعض اہلِ کوفہ سے اشارہ کیا ہے۔ اور امام صاحبؒ کے اسم شریف کو کہیں کتاب میں صراحتاً ذکر نہیں کیا ہے (شرح سفر السعادة)

ان حضرات کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہلِ کوفہ سے حنفیہ ہی مراد ہیں، لیکن یہ کلیہ نہیں، کبھی اس کا اطلاق دوسرے علما کو فرمایا بھی کیا ہے (کو کب ص ۳۴۷) جیسے باب ماجاء أنه يبدا بمئ خر الرأس - اس ترجمہ کے تحت فرماتے ہیں - قد ذهب اهل الكوفة الى هذا الحديث منه وكيع بن الجراح،

حضرت مولانا انور شاہؒ فرماتے ہیں:- اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذیؒ کو امام صاحبؒ کا مسلک کسی قابلِ اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا، جیسا کہ زعفرانیؒ کے واسطے سے امام شافعیؒ کا قول قدیم پہنچا، مزید برآں یہ اپنے شیخ امام بخاریؒ کی شخصیت سے متاثر تھے (عرف الشذی) لیکن امام ترمذیؒ نے ایک روایت امام صاحبؒ سے کتاب العلل میں نقل کی ہے، جو مصری نسخہ میں موجود ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے حد ثنا محمود بن غیلان حد ثنا أبو یحییٰ الخثانی قال سمعت أبا حنیفہ

يقول ما رأيت أكذب من جابر الجعفی ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح الخ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کو امام ترمذیؒ ائمہ جرح و تعدیل میں سمجھتے ہیں۔ (کو کب ص ۲۳۷)

جامع ترمذیؒ پر علامہ ابن جوزیؒ کی تنقید

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ نے جامع ترمذیؒ کی تیسری^{۲۳} احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ (لاح مثلاً) لیکن علامہ ابن جوزیؒ نقد روایات میں متعدد قرار دے گئے ہیں، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ فی الواقع وہ ضعیف ہیں، علامہ زحبیؒ کی رائے ہے کہ ابن جوزیؒ نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر دیا ہے (تدبیر الراوی ص ۱۵۵)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ کا فقہ و روایات میں تشدد اور حاکم کے تساہل نے ان دونوں کتابوں کے نفع کو مشکل بنا دیا ہے، اس لئے کہ ان دونوں کی کتابوں کی ہر حدیث میں قابل کا امکان ہے، پس ناقل کو ان دونوں سے نقل میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، مجرد ان دونوں کی تقلید مناسب نہیں (التعقیبات علی الموضوعات ص ۱) پس معلوم ہوا کہ علامہ موصوف کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ نامناسب ہے، علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب القول المحسن فی الذب عن السنن میں ان سب کا جواب دیا ہے۔

جامع ترمذی کی شرح

جامع ترمذی کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر علماء و محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شرحیں اور حواشی و مستحرجات لکھے گئے، طوالت کے سبب سے ان سب کا تعارف یہاں مشکل ہے، البتہ چند مشہور و متداول شرح و حواشی یہ ہیں۔

۱۔ شرح اربعہ :- یہ جامع ترمذی کی چار شرحوں، عارضۃ الاحوذی لابن العربیؒ۔

توت المغتذی للسیوطیؒ و ابوطیبؒ مدی المتوفی ۱۱۰۹ھ اور مسراج احمد سرہندی کی شرحوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی ایک ہی جلد چھپ سکی تھی۔

عارضۃ الاحوذی لابن العربیؒ مالکی المتوفی ۵۸۵ھ کی شرح آج مصر سے چھپ کر مکمل آگئی ہے۔

توت المغتذی جو علامہ سیوطیؒ کی کتاب ہے۔ اس کی تلخیص علامہ دفتیؒ نے کی جو نفع توت المغتذی

کے نام سے کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی موجود ہے۔

(۵) حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس الشافعی المتوفی ۳۷۲ھ کی شرح جو مکمل طور پر مدینہ

منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے اور اس کا کچھ حصہ قلمی ہندوستان کے بھی بعض کتب خانوں میں

موجود ہے۔

(۶) تحفۃ الاحوذی :- مولانا عبد الرحمن مارکپوری کی یہ کتاب چھپ گئی ہے اور اس کے مقدمہ

سے راقم نے بھی اس مضمون میں استفادہ کیا ہے۔

(۷) العرف الشذی :- کے نام سے مولانا نور شاہ کشمیریؒ کے افادات ان کے ایک شاگرد نے جمع کئے ہیں،

(۸) الکوکب الدری :- حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ - یہ جامع ترمذی پر حضرت مولانا کے افادات ہیں جسے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا مدحیہ نے مرتب کیا تھا۔ اور حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدنیوہم کے حواشی نے چار جلد لگا دیئے ہیں اور حل کتاب میں اس سے بہتر کوئی کتاب نظر سے نہیں گذری۔

تفسیر مظہری اردو

تالیف حضرت قاضی محمد ثناء اللہ حنفی پانی پتیؒ

حضرت قاضی صاحب کی عظیم الشان تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے بہترین تفسیر سمجھی گئی ہے کام اللہ کے مطالب و مباحث کی تفہیم و تسہیل، آیات و احادیث کی روشنی میں احکام شرعی کی تشریح و تفصیل اور نکات و حکم وغیرہ کے بیان کے لحاظ سے یہ تفسیر اپنا جواب نہیں دیتی "ندوة المصنفین" کو بھی طور پر یہ فخر ہے کہ اسکے ذریعہ سے اس لاثانی تفسیر کا عربی نسخہ پہلی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اب اس کو ہر نایاب کو اردو کے قالب میں پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا گیا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اب تک متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اور انشائاً اللہ یہ سلسلہ ترجمہ مکمل ہونے تک برابر قائم رہے گا۔

آسانی اور عوام کی ضرورت کے تحت پہلے دو پاروں (تبارک الذی اور عہد یتساءلون کی تفسیر شائع کی گئی اب باقی جلدیں ترتیب وار شائع کی جا رہی ہیں، ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت تشریحی نوٹ بھی دیئے گئے ہیں جن سے مطالب قرآن کریم کے سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی، ترجمہ نہایت آسان اور سستہ و سلفہ ہے کتاب و طباعت میں ندوة المصنفین کی خصوصیات کا ادبی زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے ۳۰ پونڈ کا بہترین سفید چمکا کاغذ لگایا گیا ہے۔

سائز ۲۲ × ۲۹ صفحات تقریباً ۶۰۰ متوجہ مولانا سید عبداللہ ام صاحب جلال

جلد اول	۵۰ روپے	جلد چہم	۵۰ روپے
جلد دوم	۵۰ روپے	جلد چہم	۵۰ روپے
جلد سوم	۵۰ روپے	جلد چہم	۵۰ روپے
جلد چہم	۵۰ روپے	جلد چہم	۵۰ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد ملی